گردن زدنی ، رضا ، اصرار ، شہر ، عظمت

**جواب:**

گُرْدَنْ زَدْنِیْ ، رَضَا ، اِصْرَار ، شِہَرْ ، عَظْمَتْ

**سوال 4: مندرجہ ذیل شعر کی تشریح کریں۔**

آخر کار ہوئے تیری رضا کے پابند
ہم کہ مہربان پر اصرار کیا کرتے تھے

**تشریح:** شاعر کہتا ہے۔ کہ میں ایک ضدی انسان تھا۔ ہر کسی سے اپنی بات منواتا تھا۔ اور ہر بات پر اصرار کرتا تھا۔ کہ لوگ اسے تسلیم کریں۔ لیکن اب میں نے ایسا کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اب میں اپنے محبوب کی رضا کو اپنی رضا سمجھتا ہوں۔ اور اس کی رائے اور حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔

☆.....☆.....☆



# نظموں کے خلاصے

## جوابِ شکوہ

(علامہ اقبال)

**خلاصہ:** دل سے نکلی ہوئی بات میں اثر ہوتا ہے۔ میرے دل سے جو بات نکلی وہ آسمان کو چیر کر عرش معلیٰ تک جا پہنچی۔ آسمان، سیارے، فرشتے، چاند اور کہکشاں میرے نالوں کو سن کر حیرت زدہ ہو گئے۔ صرف جنت کے داروغہ رضوان نے مجھے پہچانا۔ کسی نے مجھے گستاخ کہا اور کسی نے بے ادب کے خطاب سے نوازا۔ ایسے میں ایک پر ہیبت آواز نے مجھے مخاطب کیا اور میری ہمت بندھا کر فرمایا کہ تم نے احسن طریقے سے خدا اور انسان ہم کلام کرایا ہے۔ تمہارا شکوہ بے جا ہے۔ میں کریم ہوں سب کی سنتا ہوں۔ ہر اہل شخص کو اس کا مقام دیتا ہوں۔ مسلمانوں نے اپنے نبی ﷺ کے دین کو اور قرآن کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی قوت اور طاقت سلب کر لی گئی ہے۔ وہ پیغمبر کی رسوائی کا سبب بن رہے ہیں۔ انسان کو غلامی سے چھڑانے والے اور قرآن کو سینے سے لگانے والے تمہارے آباؤ اجداد تھے۔ تم اُن کے نقش قدم پر نہیں چلے۔ کافر کو دنیا میں محل اور حوریں اس لیے دی گئی ہیں کہ وہ اس کا اہل ہے۔ تم میں حوروں کا طلب گار کوئی نہیں، مسلمان کا کوئی وطن نہیں ہوتا۔ ہر ملک خدا کا ہے اور وہ مسلمان کا ملک ہے۔ تم پر جمود طاری ہے اور بے عمل ہو گیا ہے۔ دل میں عشقِ الٰہی کا جذبہ پیدا کر اور محمد ﷺ کے نام سے دنیا کو روشن کر دے۔ تم کاہل اور تن آسان ہو۔ تم اپنے بزرگوں کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ وہ زمانے کے معزز ترین لوگ تھے اور تم دنیا کے ذلیل و خوار لوگ ہو۔ عشق کی تلوار اور عقل کی ڈھال سے دنیا پر حکومت قائم کرو۔ صرف ایک اللہ کے بندے بن جاؤ اگر اپنے رسول ﷺ سے وفاداری کا وعدہ تم نے نبھایا۔ تو اس دنیا کے علاوہ لوح و قلم بھی تیرے اختیار میں دے دوں گا۔

☆.....☆

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

## بڑھے چلو

(اختر شیرانی)

**خلاصہ:** اس نظم میں اختر شیرانی وطن کے نوجوانوں اور مجاہدوں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ صحرا' بیابان' دریا' پہاڑ اور ریگستان بھی تیرے راستے میں حائل ہو جائیں تو ان کو پار کر کے آگے بڑھو اور بڑی بہادر سے تلوار چلاتے ہوئے دشمن کے صفوں میں گھس کر انہیں تہس نہس کر دو۔ اس ملک کی فنا اور بقا کا تم پر انحصار ہے۔ تمہاری بہادری پر وطن کے لوگ فخر کرتے ہیں۔ وہ سب تم سے محبت کرتے ہیں۔ وطن کی حفاظت کی خاطر تلوار اُٹھا کر اپنی نوجوانی وطن کے نام کر دو اور اپنی جان وطن پر قربان کر کے امر ہو جاؤ۔ وہ شخص خوش قسمت ہے جو سپاہیوں کی زندگی گزارتا ہے۔ میدان جنگ میں سپاہی کی موت بھی عید کی خوشی سے کم نہیں۔ سپاہی میدان جنگ سے زندہ واپس آئے تو غازی اور مر جائے تو شہید کہلاتا ہے۔ اپنے سروں پر کفن باندھ کر میدان میں نکلو اور تلوار چلاتے ہوئے دشمن کی صفوں میں بھگدڑ مچا دو۔

☆ ☆

## بدلی کا چاند

(جوش ملیح آبادی)

**خلاصہ:** اس نظم میں جوش ملیح آبادی نے آسمان پر چھائے ہوئے بادلوں میں چاند کا نظارہ پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں سورج ڈوبنے کے بعد جب شام کا اندھیرا پھیل گیا تو چاند ہلکے بادلوں سے نکل آیا اور زمین کو اپنی ہلکی روشنی سے سفید بنا دیا۔ لیکن تھوڑی دیر بعد پھر بادلوں میں ڈوب گیا اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ اب بادلوں میں روشنی کے دریچے سے بن گئے ہیں۔ اب چاند بادلوں سے نکل کر کھلے اور صاف آسمان پر آ گیا ہے اور آسمان دریا کی طرح لہرا رہا ہے۔ ہوا میں تیزی آنے سے چاند اب پھر بادلوں میں منہ چھپا رہا ہے۔ اب وہ بادلوں کے حلقوں میں دوڑ رہا ہے۔ پہاڑ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ بادل کا پردہ ہٹتے ہی دریا کا پانی صاف نظر آنے لگا لیکن بادل نے پھر اپنی چادر اس پر ڈال دی اور میدان کا منظر نظروں سے غائب ہو گیا۔ جب چاند بادلوں کی اوٹ سے باہر نکل آتا ہے تو تجلی دوڑ جاتی



ہے۔ بادلوں میں چھپ جاتا ہے تو آسمان بے نور ہو جاتا ہے۔ روشنی اور اندھیرا ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ اس سے انسان کی بے قرار طبیعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

☆ ☆

## شکست کی آواز

(میراجی)

**خلاصہ:** شاعر میراجی نے یہ نظم اُن لوگوں کے بارے میں لکھی ہے جو کاہل' سست اور شکست تسلیم کرنے والے ہیں۔ کہتے ہیں میرا دل کہتا ہے کہ ہر وہ کام جو کرنے کا ہے وہ بروقت کرنا چاہیے۔ نئے راستوں کو تلاش کرنا' صحراؤں کی دوریاں ختم کرنا' کائنات کے متعلق معلوم کرنا اور سمندر کی تہہ میں نئی دنیاؤں کو دریافت کرنا ہمارا فرض بنتا ہے۔ میرا دل مجھے یہ بھی کہتا ہے کہ پہاڑ کی چوٹی پر ٹھوس پتھر کی حقیقت کیا ہے اور یہ بھی کہ کائنات سمٹ کر ایک ذرہ بن جائے اور میں اس کی اصلیت معلوم کر سکوں۔

لیکن میرے دل کے ان اونچے ارادوں میں کچھ سیدھے سادھے لوگ حائل ہیں جن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ وہ پرانی روایتوں کو گلے سے لگائے ہوئے ہیں، لکیر کے فقیر ہیں۔ تبدیلی کے مخالف ہیں، نئی باتوں سے اُنہیں چڑ ہیں۔ جب میں ان کو دیکھتا ہوں تو میرے دل پر بھی ان کا اثر ہوتا ہے اور اُن کی کشش مجھے بھی بے عمل بنا رہی ہے۔ مگر اس کے باوجود میرے دل میں ایک طوفان موجزن ہے اور جو خواہشات میرے دل میں ہیں اس کے پورا نہ ہونے سے میں ایک ایسے اُلجھن میں گرفتار ہوں جس کا کوئی حل نہیں۔

☆ ☆

## بادل

(ن۔م۔راشد)

**خلاصہ:** شاعر ن۔م۔راشد آسمان پر چھائے ہوئے بادلوں کو روح کی تازگی اور شگفتگی کا باعث قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں۔ آسمان پر چاروں طرف پھیلے ہوئے بادلوں نے ہماری رنگین دنیا کو گود میں لے لیا

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

ہے۔ بادل کی گھن گرج میں موسیقیت ہے جو خوشی اور مسرت کا پیغام ہے۔ اس موسیقی کے سُر بہت میٹھے ہیں۔ روح کی تمام خواہشیں بیدار ہو چکی ہیں اور بادل کے نغمے دلوں میں اُتر رہے ہیں۔ بڑے عرصے سے میری خواہشیں دب گئیں تھیں اور دل مردہ ہو گیا تھا۔ بادلوں کی موسیقی سننے کے بعد مجھے نئی زندگی مل گئی ہے۔ میرا دل ایک بار پھر جوان ہو گیا ہے اور اس کی پژمردہ کلیاں شاداب ہو گئی ہیں۔

☆.....☆

## دنیا

(مجید امجد)

**خلاصہ:** شاعر مجید امجد دنیا کو ایک دھوکے سے تعبیر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ دنیا نظر کا دھوکہ ہے۔ اس کی حقیقت کا کسی کو علم نہیں۔ پھول جب مسکرا کر کھلتا ہے تو یہی اس کی موت ہوتی ہے۔ حسین سیاہ آنکھیں قبر کے اندھیرے دور نہیں کر سکتیں۔ دریا سمندر میں گر کر اپنا وجود کھو دیتا ہے۔ نغمے کی بھی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ صرف ہوا ہے دنیا کا دریا مسلسل بہہ رہا ہے اور فنا کی طرف بڑھ رہا ہے۔ علم اور ادراک کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔ کوئی علم ہمیں یہ خبر نہیں دیتا کہ ہماری زندگی کی حقیقت کیا ہے۔ ہم اندھیروں کو اُجالوں میں کیسے تبدیل کر سکتے ہیں؟ ہمارے دل میں روشنی کیوں نہیں ہے؟ یہ دنیا قبر کی مانند ہے یہاں بھی اندھیرا ہے اور قبر میں بھی اندھیرا ہے۔

☆.....☆.....☆

## ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں

(منیر نیازی)

**خلاصہ:** شاعر منیر نیازی اس آزاد نظم میں ایک انسانی جبلت کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں ہر کام میں دیر کرتا ہوں۔ کسی سے کام ہو، ضروری بات ہو یا کسی کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کرنا ہو میں بروقت اس کو پورا نہیں کر سکتا۔ کبھی کبھی میں چاہتا ہوں کہ اپنے کسی دوست کی مدد کروں اور اس سے ملنے جاؤں۔ نئے موسموں کی سیر کو بھی دل کرتا ہے۔ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ دوسروں کے دل میں میرے متعلق پیدا ہونے



والی غلط فہمیوں کو جا کر دور کر دوں۔ غمزدہ دوستوں کے ساتھ ہمدردی کروں اور اُن کے غموں میں شریک ہو جاؤں۔ لیکن میں کبھی بھی بروقت ایسا نہیں کر سکتا۔ ہمیشہ دیر کرتا ہوں اور تمام کام بگڑ جاتے ہیں۔

☆.....☆

## بڑے ڈرپوک ہو

(وزیر آغا)

**خلاصہ:** ڈاکٹر وزیر آغا اپنے آزاد نظم میں ستاروں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اے ستارو! تم بزدل ہو، تم رات کے وقت ایک ساتھ نکلتے ہو۔ تم نے دن کو نہیں دیکھا، دن روشن اور منور ہے۔ تمہارے مقابلے میں سورج دن کو اکیلا نکلتا ہے۔ کسی سے نہیں ڈرتا۔ ہر قسم کے اسلحے سے مسلح ہو کر پوری آب و تاب سے نکلتا ہے۔ آسمان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تنہا سفر کرتا ہے اور غم اور خوشی سے بے نیاز بے خطر آگے بڑھتا ہے اور شام کے ہنگاموں میں اپنے ہاتھوں خودکشی کر کے ختم ہو جاتا ہے لیکن اے ستارو! تم ڈرتے ہو، تنہا نہیں نکل سکتے۔

☆.....☆

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

# نثر نگاروں کے حالات زندگی اور تنقیدی نوٹس

## {مولانا محمد حسین آزاد}

**حالات زندگی:** مولانا محمد حسین آزاد دہلی میں پیدا ہوئے۔ اس کے والد محمد باقر ایک بہت بڑے عالم دین تھے۔ اُن کی ولادت 1831ء میں ہوئی۔ آزاد نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ بڑے ہوئے تو شیخ ابراہیم ذوق کی شاگردی اختیار کی۔ اُن کی صحبت میں شعر گوئی کی طرف مائل ہوئے۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں محمد حسین آزاد کے والد شہید ہو گئے اور گھر تباہ ہو گیا۔ آزاد مختلف جگہوں میں پھرتے پھراتے لاہور پہنچ گئے۔ محکمہ تعلیم میں ملازم ہو گئے۔ لاہور میں انجمن پنجاب کے قیام میں اہم کردار ادا کیا۔ بعد میں گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی اور فارسی کے پروفیسر مقرر کیے گئے۔ الطاف حسین حالی کے ساتھ مل کر نئے طرز کے مشاعروں کی بنیاد ڈالی۔

**ادبی خدمات:** آزاد عربی اور فارسی کے بہت بڑے عالم تھے۔ اُن کی شاہکار کتاب ''آب حیات'' اردو زبان کی پہلی تاریخی، تنقیدی اور تحقیقی کتاب ہے۔ نظم اور نثر دونوں میں اس کا قلم رواں رہتا تھا۔ مگر اس کے فن اور کمال کا جوہر نثر کے میدان میں کھلتا ہے۔ تمثیل نگاری، تنقید اور تذکرہ نگاری میں بے مثل ہے۔ اس کی انشاء پردازی پر اعتراضات بھی ہوئے لیکن باوجود اس کے اس کی مقبولیت میں کمی نہیں آئی۔ وہ اردو کے عناصر خمسہ میں شمار ہوتے ہیں۔ حکومت کی ایماء پر بچوں کے لیے درسی کتابیں اور قصص الہند لکھی۔ اس نے نئے طرز کے مشاعرے کی بنیاد ڈالی۔ اس نے نثر کے ساتھ ساتھ خاص موضوعات پر نظمیں بھی لکھیں، جو پسند کی گئی۔

**طرز تحریر:** آزاد کی انشاء پردازی بے مثل ہے۔ اس جیسا انشاء پرداز ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔ انہوں نے نثر میں مرصع کاری اور صنعت گری کی ہے۔ اپنے اردو نثر کو سب سے الگ کیا۔ خیالی مضامین



کو انسانی لباس پہنا کر اُن کی صفات و حرکات و سکنات کا نقشہ کھینچا۔ اُن کی عبارت رنگین اور مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نقادوں نے اسے تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ بحیثیت مجموعی وہ ایک زبردست انشاء پرداز ہے۔ زبان و بیان پر انہیں قدرت حاصل ہے۔ نثر میں شاعری کرتے ہیں۔ مہدی آفادی کی رائے ہے کہ آزاد کو کسی خارجی سہارے کی ضرورت نہیں۔

**وفات:** 1888ء میں اس کی پیاری بیٹی کا انتقال ہوا۔ جس کے غم میں اس کی زندگی کے آخری ایام بڑے دردناک گزرے۔ ہر وقت جنونی کیفیت طاری رہتی تھی۔ 1910ء میں انتقال کر گئے۔

**تصنیفات:** اُن کی تصنیفات میں آب حیات، سخندان فارس، دربار اکبری، نیرنگ خیال، نگارستان فارسی، قند فارسی، نظمیں اور بچوں کی کتابیں شامل ہیں۔

☆

## {مولانا شبلی نعمانی}

**حالات زندگی:** 1857ء میں ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں بندول میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد کا نام شیخ حبیب اللہ تھا جو مشہور وکیل تھے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد عربی ادب، فلسفہ و منطق اور حدیث و فقہ کی تعلیم کے لئے لاہور چلے گئے۔ اُنیس سال کی عمر میں تعلیم سے فارغ ہو گئے۔ وکالت کا امتحان پاس کیا اور والد کا ہاتھ بٹانے لگے۔ سرسید احمد خان اس کی لیاقت سے بہت متاثر ہوئے۔ جس نے اسے علی گڑھ کالج میں عربی اور فارسی کا پروفیسر مقرر کر دیا۔ یہاں سے شبلی کی ادبی زندگی کا آغاز ہوا۔ علی گڑھ میں سولہ سال پروفیسر رہے۔ 1898ء میں یہ ملازمت چھوڑ دی اور ندوۃ العلماء کے ناظم مقرر ہوئے۔ 1913ء میں اعظم گڑھ آکر ''دارالمصنفین'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ حکومت نے اُن کی علمی خدمات کے صلہ میں شمس العلماء کا خطاب دیا۔

**ادبی خدمات:** شبلی نے تاریخ کے میدان میں اہم کام کیا۔ اس کا مقصد اسلام کے شاندار ماضی کے پوشیدہ گوشوں سے پردہ ہٹانا تھا چنانچہ اس نے سیرت النبی ﷺ، الفاروق، المامون اور سیرت عائشہ جیسی کتابیں تصنیف کیں۔ شبلی ایک بے مثل سوانح نگار ہیں۔ اس نے سوانح اور تاریخ کو باہم شیرو

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

شکر کر دیا۔ شعرالعجم لکھ کر نقادوں میں بھی اپنا نام لکھوایا۔ موازنہ انیس و دبیر اور اس جیسے دیگر مقالات اسے نقادوں کی صف میں شامل کرنے کے لئے کافی ہیں۔

**طرز تحریر:** مولانا کی تحریر آسان اور سادہ ہونے کے ساتھ شاعرانہ ہے۔ اپنی نثر کو دلکش بنانے کے لیے استعارات و کنایات اور لوازمات شعر سے بھرپور کام لیتے ہیں۔ اُن کے ہاں بے ساختہ پن اور موسیقیت ہے۔ وہ دلائل اور براہین سے قاری کے ذہن پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ اس کے بیان میں زور اور جوش تھا جو سننے اور پڑھنے والوں کے دلوں پر اثر کرتا تھا۔

**تصانیف:** تصانیف میں سیرۃ النبی ﷺ، الفاروق، المامون، الغزالی، سوانح مولانا روم، سیرت النعمان، سیرت عائشہ سوانحی کتابیں ہیں جبکہ شعرالعجم موازنہ انیس و دبیر تنقیدی کتابیں ہیں۔ شاعری میں مثنوی صبح امید، قطعات اور دیوان شبلی شامل ہے۔

**وفات:** مولانا شبلی نعمانی 1914ء کو انتقال کر گئے۔

.....☆.....☆.....

## {مہدی آفادی}

**حالات زندگی:** مہدی آفادی 1875ء کو گورکھپور میں پیدا ہوئے۔ اس کا اصل نام مہدی حسن تھا۔ گورکھپور میں اس کا تعلق ایک شریف اور محترم گھرانے سے تھا۔ اس کے والد کا نام حاجی علی حسن تھا۔ مہدی نے اپنی ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور تین زبانوں فارسی، عربی اور اردو میں طاق ہو گئے۔ اس کے بعد وہ ایک انگریزی سکول میں داخل ہوئے۔ کچھ عرصے تک علی گڑھ میں بھی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اس نے عملی زندگی کا آغاز کیا اور نائب تحصیلدار بن گئے لیکن وہ ایک نفیس اور پاکیزہ انسان تھے۔ ملازمت کے دوران بھی اہل قلم اور ادیبوں سے اس کے گہرے روابط تھے اور ہر وقت ان سے رابطے میں رہتے تھے۔ عظیم ہستیوں کے ساتھ اس کے ذاتی تعلقات تھے۔ ان ہستیوں میں سرسید احمد خان، حالی، شبلی، سید سلیمان ندوی اور عبدالماجد دریا آبادی قابل ذکر ہیں۔

**ادبی زندگی:** مہدی آفادی ایک ادیب تھے۔ اس نے اپنی ادبی زندگی میں جو مضامین لکھے وہ



ایک کتاب کی شکل میں شائع ہو چکے ہیں جو اس کی وفات کے بعد اس کی بیوی نے ترتیب دیکر شائع کیا۔ مہدی کے مضامین اُس کے دل کی آواز ہیں۔ وہ جس چیز یا واقعے سے متاثر ہوئے اسے مضمون کی شکل دے دی اور دوسروں کو متاثر کرنے کی کوشش کی۔

**طرز تحریر:** مہدی آفادی کی تحریروں میں ظرافت کی چاشنی بہت زیادہ ملتی ہے۔ وہ ایک زندہ دل انسان تھے خود ہنستے تھے، دوسروں کو ہنساتے تھے۔ اس کی تحریر میں روانی، شگفتگی اور سادگی ہے۔ خشک اور ادق مضامین کو بھی اپنی فطری خوش طبعی کی وجہ سے دلچسپی بنا دیئے ہیں۔ اس کا اسلوب بیان دلکش ہے۔ اپنے جمالیاتی نقطۂ نظر کی وجہ سے بہت پسند کیے گئے ہیں۔ اردو ادب میں اُس کا شمار اُن لوگوں میں ہوتا ہے جو اردو ادب میں رومانی تحریک کے بانی تھے۔

**تصانیف:** تصانیف میں مضامین کا ایک مجموعہ ''افاداتِ مہدی'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔

**وفات:** 1941ء میں وفات پا گئے۔

.....☆.....☆.....

## {صلاح الدین احمد}

**حالات زندگی:** مولانا صلاح الدین احمد 25 مارچ 1902ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام احمد بخش تھا۔ اُن کی والدہ محترمہ شیخ عبدالقادر صاحب کی بیٹی تھی۔ اس نے پنجاب نیشنل کالج لاہور سے بی۔ اے کیا۔ زمانہ طالب علمی سے مولانا کی طبیعت ادب کی طرف راغب تھی۔ اس نے طالب علمی کے زمانے میں ایک رسالہ ''خیالستان'' جاری کیا۔ اس نے پولیس کی ملازمت بھی کی۔ تحریک آزادی میں بھی بھرپور حصہ لیا لیکن صحافت میں ایسے داخل ہوئے کہ زندگی بھر اس کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ ''ادبی دنیا'' کے نام سے لاہور سے ایک رسالہ جاری کیا۔ 1964ء میں ہوانا یونیورسٹی امریکہ میں ادیبوں کی کانفرنس میں شرکت کی۔

**ادبی خدمات:** مولانا صلاح الدین احمد کا اہم کارنامہ ''اکادمی پنجاب'' کا قیام ہے۔ اس انجمن کے تحت اُنہوں نے اردو کی قدیم اور نادر کتابوں کو از سرِ نو شائع کیا۔ وہ ''اردو پڑھو اور اردو بولو'' تحریک

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

کے سرخیل تھے جس کی وجہ سے اُنہیں بابائے اُردو بھی کہا جاتا ہے۔ اس نے اقبال کی شاعری اور تعلیمات پر متعدد مضامین لکھے۔ جو اس کے مضامین کے مجموعے ''صریر خامہ'' کے پہلے حصے میں شامل ہیں۔ اس مجموعے کا دوسرا حصہ اردو افسانوی ادب اور تیسرا حصہ مولانا محمد حسین آزاد کی شخصیت، انشاء پردازی اور دوسرے ادبی کارناموں پر مشتمل ہے۔ یہی اُن کا سرمایہ حیات ہے۔ اپنی زندگی میں بہت سے رسائل اور جریدوں میں کام کیا اور اردو ادب کی ترویج اور ترقی میں نمایاں حصہ لیا۔

**تصانیف:** تصانیف میں صرف ایک ضخیم کتاب ''صریر خامہ'' شامل ہے۔ جس میں اُن کی تمام ادبی تخلیقات موجود ہیں۔

**وفات:** 1964ء میں وفات پا گئے۔

☆.....☆

## {خواجہ حسن نظامی}

**حالات زندگی:** خواجہ حسن نظامی 1878ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ اس کا اصل نام سید علی حسن نظامی تھا۔ علامہ اقبال نے اسے خواجہ حسن نظامی کا نام دیا اور اسی نام سے مشہور و مقبول ہوئے۔ خواجہ صاحب ابھی گیارہ سال کے کمسن بچے تھے کہ ماں باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور وہ یتیم و یسیر ہو گئے۔ بڑے بھائی نے اس کی پرورش کی۔ خواجہ صاحب کا تعلق ایک صوفی گھرانے سے تھا۔ اُنہوں نے روایتی علوم کے ساتھ ساتھ تصوف کی تعلیم بھی حاصل کی۔ دہلی کے مشہور تاجر کتب منشی غلام نظام الدین اس کے گہرے دوست تھے۔ اُن کی صحبت سے اس میں ادبی ذوق پیدا ہوا۔ اس نے اپنا پہلا مضمون ''انڈیا کی نازک حالت'' کے نام سے لکھا۔ اس کے بعد کچھ عرصے تک اخبار ''پیسہ''، ''وکیل'' اور ''مخزن'' کے لیے مضامین لکھتے رہے۔

**ادبی خدمات:** 1911ء میں اس نے مصر، شام اور دیگر عرب ریاستوں کا دورہ کیا۔ اور حلقہ ''نظام المشائخ'' کے مقاصد کی ترویج کے لیے ''نظام المشائخ'' کے نام سے رسالہ جاری کیا۔ اُنہوں نے مختلف اوقات میں سو چھوٹی بڑی کتابیں اور رسالے تصنیف کیے اور اردو ادب کا دامن موتیوں سے بھر دیا۔

**طرز تحریر:** خواجہ حسن نظامی نے تصوف کے اسرار و رموز کو عام فہم بنانے کے لیے سادہ اور آسان



زبان کا استعمال کیا۔ انہوں نے ایسا دلکش طرز تحریر اور پیرایہ بیان اختیار کیا کہ خشک اور بے کیف اخلاقی اور روحانی مباحث تصوف اور فلسفے سے نکل کر ادب کا حصہ بن گئے۔ مقبولیت کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ اس نے ایک نیا اسلوب اختیار کیا۔ وہ صرف عوام کے لیے لکھتے تھے اور عام بول چال کی باتیں ضابطہ تحریر میں لاتے تھے۔ طرز تحریر میں وہ کسی کے مقلد نہ تھے۔ وہ محمد حسین آزاد کی طرح ثقیل اور مشکل الفاظ کے استعمال سے گریز کرتے تھے۔ اس کا مقصد لوگوں کو سمجھانا تھا۔ وہ اپنی بات سادہ، آسان اور عام فہم زبان میں کہتے تھے۔ اس کی زبان میں تصنع اور بناوٹ نہیں تھی۔

**تصانیف:** اُن کی تحریر کردہ کتابوں میں پیارہ دل، بیگمات کے آنسو بہادر شاہ کا روزنامچہ، سفر نامہ حجاز و مصر و شام، دہلی کی آخری شمع، انگریزوں کی بپتا، محرم نامہ، طمانچہ بہ رُخسار یزید، دہلی کی کہانیاں اور جگ بیتی شامل ہیں۔

**وفات:** 1955ء میں وفات پا گئے۔

☆.....☆

## {ڈاکٹر وزیر آغا}

**حالات زندگی:** ڈاکٹر وزیر آغا 1922ء کو سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد پنجاب یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ زمانہ طالب علمی وہ اردو شاعری میں دلچسپی رکھتے تھے اور محمد دین تاثیر، میراجی اور ن۔ م۔ راشد سے بہت متاثر تھے۔ وزیر آغا تخلیقی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ نت نئے تجربات کر کے اسے مزہ آتا تھا۔

**ادبی خدمات:** ڈاکٹر وزیر آغا نے نظم گوئی شروع کی تو اس میں نت نئی جدتیں پیدا کیں۔ ادبی جریدے اوراق کے ایڈیٹر بنے تو اس کے ذریعے اردو ادب کی خدمت کی۔ یہ رسالہ تحقیقی اور تنقیدی مضامین کے لیے جانا جاتا تھا۔ ادبی حلقوں میں اس رسالے کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اردو ادب کے انشائیہ نگار کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہے۔ انشائیہ اردو ادب میں ایک نئی صنف تھی۔ وزیر آغا نے اس نئی روز مشکل صنف پر طبع آزمائی کی اور اردو ادب کے لیے شاہکار انشائیے تخلیق کیے۔ وہ اردو ادب کے پہلے انشائیہ نگار ہیں۔ وزیر آغا سے پہلے انشائیے میں لوگ دلچسپی نہیں [illegible]

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

اس کے انشائیے شائع ہوئے تو لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور دوسرے ادیبوں نے بھی انشائیہ نگاری شروع کی۔ وہ بطور شاعر، نقاد، صحافی ایک اہم مقام کے مالک ہیں لیکن اس کی بڑی اور اہم خصوصیت انشائیہ نگاری ہے اور لوگ اسے انشائیہ نگار کے نام سے جانتے ہیں۔

**تصانیف:** وزیر آغا کی تصنیفات میں اردو شاعری کا مزاج گھاس پر تتلیاں، معانی اور تناظر، شام کی منڈھیر سے، لکیریں اور دائرے اور اردو ادب میں طنز و مزاح شامل ہیں۔

**وفات:** 2010ء کو وفات پا گئے۔

☆ ☆

## {سعادت حسن منٹو}

**حالات زندگی:** سعادت حسن منٹو 1912ء کو ضلع لدھیانہ کے گاؤں سمبرالہ میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد کا نام غلام حسن تھا۔ ابتدائی تعلیم علاقے کے دستور کے مطابق گھر پر حاصل کی۔ پڑھائی میں اس کا دل نہیں لگتا تھا۔ سبق میں کمزور تھے اور اُردو میں اکثر فیل رہتے تھے لیکن طالب علمی کے زمانے سے اردو ادب کی طرف مائل تھے اور ادبی محفلوں میں شرکت کرتے تھے۔

**ادبی خدمات:** سعادت حسن منٹو نے ادبی زندگی کا آغاز غیر ملکی کہانیوں کے تراجم سے کیا۔ وہ غیر ملکی زبانوں کی کہانیاں اردو میں ترجمہ کیا کرتے تھے۔ لیکن بہت جلد خود کہانی لکھنے پر قدرت حاصل کی اور کہانیاں لکھنے لگے۔ اس کے علاوہ ریڈیو اور فلموں کے لیے بھی کہانیاں لکھتے تھے اور اسے ذریعۂ معاش بنا لیا تھا۔ جب پاکستان بنا، تو بمبئی چھوڑ کر لاہور آ گئے۔ منٹو اردو ادب کے اہم افسانہ نگار ہیں لیکن ادبی حلقوں میں اُن کی شخصیت کسی قدر متنازعہ ہے۔ ادبی حلقے انہیں ایک ترقی پسند ادیب اور افسانہ نگار کہتے ہیں لیکن خود ترقی پسند اس کی اس حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے۔ وہ انسان، زندگی اور انسانی نفسیات سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ اُنہوں نے تلخ حقیقتوں کو موضوع بنا کر افسانے لکھے۔ جسے پڑھ کر لوگ دم بخود رہ گئے۔ وہ حساس طبیعت کے مالک تھے۔ اُس کا مشاہدہ باریک تھا، وہ ایک ایسا فنکار تھا جس نے افسانہ نگاروں کے ایک بڑے حلقے میں اپنی جداگانہ حیثیت برقرار رکھی۔

**تصانیف:** سعادت حسن منٹو کی تصانیف میں منٹو کے افسانے، دھواں لذت سنگ، چغد، ٹھنڈا گوشت، یزید،



نمرود کی خدائی اور بادشاہت کا خاتمہ قابل ذکر ہیں۔

**وفات:** سعادت حسن منٹو 1955ء میں وفات پا گئے۔

☆ ☆

## {غلام عباس}

**حالات زندگی:** غلام عباس 1909ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ اس کا تعلق ایک غریب گھرانے سے تھا۔ ابتدائی تعلیم دیال سنگھ ہائی سکول لاہور سے حاصل کی اور لاہور ہی میں زندگی بسر کرتے رہے۔ عملی زندگی کا آغاز مختلف رسائل کی ادارت سے کیا۔ اس کے بعد محکمہ تعلقات عامہ میں ملازم ہو گئے لیکن کچھ عرصے بعد اس ملازمت کو چھوڑ کر بی۔ بی۔ سی لندن کے خبر رسان ادارے سے منسلک ہو گئے۔ اسے گٹار بجانے کا بہت شوق تھا۔ موسیقی سے خاص لگاؤ تھا۔ وہ شطرنج کے بہترین کھلاڑی بھی تھے۔ غلام عباس ترکی ادب سے بہت متاثر تھے۔ ادبی خدمات کے صلے میں حکومت پاکستان نے اسے ''ستارۂ امتیاز'' عطا کیا۔ اس نے کامیاب اور باوقار زندگی گزاری۔

**ادبی خدمات:** غلام عباس ابتداء ہی سے اردو ادب سے دلچسپی رکھتے تھے۔ وہ ابھی بچے تھے کہ مشہور افسانہ نگاروں اور ناول نگاروں کے ناول اور افسانے پڑھ چکے تھے۔ جن میں پنڈت رتن ناتھ سرشار، عبدالحلیم شرر مرزا ہادی رسوا اور حسن نظامی شامل ہیں۔ وہ افسانے کی باریکیوں سے واقف تھے۔ اس لیے اس نے بہت افسانہ نگاری میں اپنا لوہا منوایا اور جدید افسانہ نگاروں کے صف میں شامل ہو گئے۔ غلام عباس نے افسانہ نگاری شروع کی تو اس دور میں انگریزی تعلیم اور معاشرت اپنی جڑیں پکڑ چکی تھیں اور معاشرہ کشمکش کا شکار تھا۔ ایسے واقعات رونما ہو رہے تھے جو روایت پسند لوگوں کے برداشت سے باہر تھے اور بعض لوگوں اور ادیبوں نے اس کے خلاف کھلم کھلا آواز اُٹھائی۔ غلام عباس نے بڑی خوبصورتی اور غیر جذباتی انداز میں اس معاشرے کی عکاسی کی۔ غلام عباس نے اپنے افسانوں کے لیے نئے اور اچھوتے موضوعات کا انتخاب نہیں کیا بلکہ عام موضوعات جن میں گرے پڑے، غریب اور غیر اہم لوگ شامل ہیں۔ اُن پر افسانے لکھے لیکن اس نے اندازِ بیان میں جو جدت پیدا کی، اس کی بہترین مثال افسانہ ''آنندی'' ہے۔ غلام عباس معمولی کو غیر معمولی بنانے میں کمال رکھتے تھے۔ وہ جذبات کا

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

غلام نہیں، جذبات اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دیئے۔ غیر جانبداری سے کام لیتے ہیں۔

**طرز تحریر:** غلام عباس کی طرز تحریر سادہ اور رواں ہے۔ آسان اور عام فہم زبان لکھتے ہی، روزمرہ کا خاص خیال رکھتے ہیں۔

**تصانیف:** غلام عباس کی تصانیف میں آنندی، جاڑے کی چاندنی کن رس، دھنک اور گوندنی والا تکیہ شامل ہیں۔

**وفات:** 1982ء میں وفات پا گئے۔

☆ ☆

## {احمد ندیم قاسمی}

**حالات زندگی:** احمد ندیم قاسمی 1916ء کو تحصیل خوشاب کے قصبہ انگہ میں پیدا ہوئے۔ اس کے والد کا نام پیر غلام نبی تھا۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں انگہ میں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے بہاولپور چلے گئے اور صادق ایجرٹن کالج بہاولپور سے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ عملی زندگی کا آغاز محکمہ آبکاری میں سب انسپکٹر کی حیثیت سے کیا۔

**ادبی خدمات:** احمد ندیم قاسمی ایک بلند پایہ شاعر منفرد افسانہ نگار ممتاز صحافی اور نقاد تھے۔ وہ اپنے چچا خان بہادر حیدر شاہ سے بہت متاثر تھے جو علامہ اقبال کے کلاس فیلو رہے تھے۔ چچا کے طفیل ادب سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ ندیم نے کئی ادبی رسالے شائع کیے۔ جن میں پھول، تعلیم نسواں، نقوش، سحر، فنون اور روزنامہ امروز شامل ہیں۔ رسالہ ''فنون'' میں اس نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کے وہ جوہر دکھائے کہ یہ رسالہ اس کی شخصیت کا پہچان بن گیا۔ ندیم نے اخباروں کے لیے کالم بھی لکھے۔

بدنصیب بت تراش ندیم صاحب کا پہلا افسانہ ہے۔ اس نے اپنے افسانوں میں دیہات میں رہنے والے تمام لوگوں کی عکاسی کی ہے اور اُن کی زندگی اور طور طریقوں کو اُجاگر کیا ہے۔ اگرچہ یہ لوگ محنتی اور جفاکش ہوتے ہیں لیکن زندگی کی سہولیات سے اکثر محروم رہتے ہیں۔ ندیم نے دیہاتی لوگوں کے انہی مسائل کو موضوع بنایا ہے۔ اُن کے افسانوں میں حقیقی زندگی کا عکس ملتا ہے۔ وہ ایک بہترین شاعر بھی تھے۔ افسانہ نگاری سے اُس کی شاعرانہ عظمت میں کبھی نہیں آئی۔ وہ ایک کلاسیکی شاعر



ہیں لیکن جدید رنگ بھی جگہ جگہ نمایاں نظر آتا ہے۔

**طرز تحریر:** ندیم کی تحریر سادہ اور رواں ہے۔ عام لوگوں کے لیے لکھتے ہیں۔ نظم اور نثر دونوں میں موسیقیت ہے۔ مکالماتی انداز زیادہ اختیار کرتے ہیں۔

**تصانیف:** احمد ندیم قاسمی کے نثری تصانیف میں چوپال، بگولے، طلوع و غروب، گرداب، آنچل، سیلاب، در و دیوار، سناٹا، بازارِ حیات، در دحنا، گھر سے گھر تک، کپاس کا پھول، نیلا پتھر شامل ہیں۔

شعری تصانیف میں دھڑکنیں، رم جھم، شعلۂ گل، دشت وفا، محیط، دوام اور لوح خاک اور بسیط وغیرہ شامل ہیں۔

**وفات:** 2006ء میں وفات پا گئے۔

## {شوکت صدیقی}

**حالات زندگی:** شوکت صدیقی 1923ء کو لکھنو میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کا امتحان لکھنو ہائی سکول سے پاس کیا۔ ایم۔ اے کا امتحان پرائیویٹ طور پر پاس کیا۔ جب پاکستان بنا تو لاہور تشریف لے آئے لیکن پھر کراچی میں مستقل رہائش اختیار کی۔ صحافت سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ وہ جن اخباروں اور رسالوں سے منسلک رہے۔ اُن میں ترکش، جدید ادب، فیض آباد، ٹائمز آف کراچی، مارننگ نیوز اور الفتح قابل ذکر ہیں۔

**ادبی خدمات:** شوکت صدیقی زمانہ طالب علمی سے اردو ادب سے دلچسپی رکھتے تھے۔ ادبی زندگی کا آغاز افسانہ نگاری سے کیا۔ جب اس کا پہلا مجموعہ شائع ہوا۔ تو اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ افسانہ نگار کی حیثیت سے اس کا مستقبل کیا ہوگا۔ وہ بیک وقت ناول نگار، افسانہ نگار صحافی اور کالم نویس تھے۔ ادبی خدمات کے صلے میں اسے ''تمغہ حسن کارکردگی'' اور ''لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ'' سے نوازا گیا۔ ناول کے فنی اور فکری ارتقاء میں شوکت صدیقی نے نمایاں کام کیا۔ اس کا ایک ناول ''خدا کی بستی'' بہت مشہور ہوا۔ جس پر اُسے آدم جی ایوارڈ دیا گیا۔ حقیقت نگاری اس کی کامیابی کا راز ہے۔ اس نے معاشرے کے تلخ حقائق اور مسائل کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ افسانوں میں اس نے خوب کردار نگاری کی۔ شوکت صدیقی کے افسانوں کے کردار ہماری جیتی جاگتی زندگی میں اردگرد موجود ہیں۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

**طرز تحریر:** وہ سلجھی ہوئی اور سادہ زبان لکھتے ہیں۔ جسے عام لوگ آسانی سے پڑھ سکتے ہیں۔اس کی ہر بات صاف اور واضح ہوتی ہے۔ اُن کی تحریروں میں جذبات نگاری، کردار نگاری، منظر نگاری اور مکالمہ نگاری کے بہترین مرقعے جگہ جگہ نظر آتے ہیں۔

**تصانیف:** شوکت صدیقی کی تصانیف میں تیسرا آدمی، اندھیرا اور اندھیری راتوں کا شہر، کیمیا گر، کمین گاہ، خدا کی بستی، جانگلوس، چار دیواری، نانتیا شریف آدمی، رات کی آنکھیں اور کوکا بیلی شامل ہیں۔

## {اشفاق احمد}

**حالات زندگی:** اشفاق احمد 22 اگست 1925ء کو مکسر ضلع فیروز پور میں پیدا ہوئے۔ 1950ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم کیا۔ اورینٹل سنگھ کالج لاہور میں لیکچرار مقرر ہوئے۔ 1952ء میں روم یونیورسٹی میں اردو کے پروفیسر تعینات ہوئے اور ریڈیو روم سے پاکستان کے لیے اردو نشریات کے پروگرام نشر کرتے رہے۔ 1954ء میں ریڈیو پاکستان سے وابستہ ہو گئے۔ پھر رسالہ ''داستان'' نکالا اور کچھ عرصے رسالہ ''لیل ونہار'' کے ایڈیٹر بھی رہے۔ آخر میں مرکزی بورڈ لاہور کے ڈائریکٹر بنے۔

**ادبی خدمات:** آپ کے افسانوں کا مجموعہ ''ایک محبت سو افسانے'' ہیں۔ آپ ایک ناولٹ اور ''مہمان بہار'' کے بھی مصنف ہیں۔ ''آبلے پھول'' کے نام سے ایک اور مجموعہ زیر طباعت ہے۔

**طرز نگارش:** اشفاق کا طرز تحریر سادہ اور عام فہم ہے۔ اُس کی تحریر پڑھنے سے قاری اکتاہٹ محسوس نہیں کرتا اور نہ کسی اُلجھن میں پڑتا ہے۔ تشبیہات واستعارات سے گریز کرتے ہیں۔ اُن کی تحریر شگفتہ ہے۔ ثقیل الفاظ استعمال نہیں کرتے۔ اُن کے موضوعات میں تنوع اور کہانی میں خاص اثر ہے۔ مزاح نگاری بھی خوب کرتے ہیں۔ معاشرے کی ناہمواریوں کو انہوں نے اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔

**محبت اور شگفتگی:** محبت اشفاق احمد کے افسانوں کا خاصی موضوع ہے۔ انہوں نے افسانوں میں محبت کو اتنے رنگوں میں پیش کیا ہے کہ پڑھنے والا اس میں فرسودگی محسوس کرنے کے بجائے زندگی کی سب سے بڑی حقیقت سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اشفاق احمد کے افسانے موضوعات کی دلچسپی اور شیرینی کے علاوہ قارئین کو متاثر کرتے ہیں۔ افسانے کی پوری فضا میں شگفتگی ہوتی ہے۔ سیدھی سادی بات



شاعرانہ انداز میں کہنے کے عادی ہیں۔ اُس کا ریڈیو پروگرام ''تلقین شاہ'' تیس سال تک ریڈیو پاکستان سے نشر ہوتا رہا۔ جو سامعین میں بے حد مقبول رہا۔

**تصانیف:** اشفاق احمد کی تصانیف میں زاویہ، ایک محبت سو افسانے، گڈریا، من چلے کا سودا، حیرت کدہ، سفر در سفر، توتا کہانی اور ایک محبت سو ڈرامے قابل ذکر ہیں۔

.....☆.....☆.....

## {الطاف فاطمہ}

**حالات زندگی:** الطاف فاطمہ 1929ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئیں۔ ابتدائی تعلیم لکھنؤ ہی میں حاصل کی۔ جب پاکستان معرض وجود میں آ گیا تو اپنے پورے خاندان کے ساتھ پاکستان چلی آئی اور لاہور میں مستقل سکونت اختیار کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے کیا اور پھر بی۔ایڈ کی ڈگری حاصل کی اور درس وتدریس کے شعبے سے منسلک ہو کر پڑھانے میں مشغول ہو گئیں۔ پہلے اسلامیہ کالج برائے خواتین لاہور اور پھر اپوا گرلز کالج لاہور میں اردو ادب کی لیکچرار کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیتی رہی۔ اب ملازمت سے ریٹائر ہو چکی ہیں اور لاہور میں زندگی کے آخری ایام گزار رہی ہے۔

**ادبی خدمات:** الطاف فاطمہ لاہور میں رہتی تھی لیکن ادبی سرگرمیوں اور مجلسوں سے ہمیشہ دور رہیں۔ ادبی مجلسوں میں عدم شرکت کے باوجود اردو زبان وادب پر پورا عبور رکھتی تھیں۔ وہ اردو ادب کی استاد تھیں۔ اس لئے ادب کی فنی باریکیوں کا ادراک رکھتی تھی۔ آزادی کی تحریک میں مسلمانوں نے جو قربانیاں دیں اسے بچشم خود دیکھا۔ مہاجرین کی پاکستان آمد اور اُن کی آبادکاری کے مشکل مرحلے سے خود گزری۔ آزادی کی تحریک میں لاکھوں لوگ جس قسم کی صورتحال سے دوچار ہوئے اُن کو احاطہ تحریر میں لانے کے لیے برصغیر کے ادیبوں نے افسانوں کا سہارا لیا۔ الطاف فاطمہ بھی ایسے ہی افسانہ نگاروں میں شامل تھیں۔ وہ ایک دردمند دل رکھتی تھی۔ اس کے افسانوں میں عام معاشرتی مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ان میں وہ تجاویز بھی ملتی ہیں جن کے ذریعے ہم ان مسائل پر قابو پا سکتے ہیں۔ الطاف فاطمہ سلیس اور آسان زبان لکھتی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے جملوں کا استعمال کرتی ہے۔ قاری کے لیے اُلجھن پیدا نہیں کرتی۔

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

**تصانیف:** اس کی تصانیف میں نشانِ محفل، دستک نہ دو، چلتا مسافر، وہ جسے چاہا گیا، جب دیواریں گریہ کرتی ہیں اور تارِ عنکبوت شامل ہیں۔

☆.....☆

## {فرحت اللہ بیگ}

**حالاتِ زندگی:** مرزا فرحت اللہ بیگ دہلی کے محلہ چوڑی والاں میں 1883ء میں پیدا ہوئے۔ اس کے والد کا نام مرزا حشمت اللہ بیگ تھا۔ کمسنی میں اس کی والدہ فوت ہو گئیں اور اس کی پھوپھی حسن جہاں بیگم نے اس کی پرورش کی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور سینٹ سٹیفنز کالج سے بی۔ اے کیا۔ ایک بار ملازمت کے سلسلے میں حیدر آباد گئے اور وہی سکونت اختیار کی۔ اس نے چالیس سال حیدر آباد (دکن) میں گزارے۔ وہ پرانی روایتوں سے پیار کرتے تھے اور اپنی تحریروں میں پرانی تہذیب کو زندہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

**ادبی خدمات:** اردو نثر کی تاریخ میں مرزا فرحت اللہ بیگ کو ایک مزاح نگار کی حیثیت سے نہ صرف اولیت حاصل ہے۔ بلکہ اُنہوں نے اس صنف ادب کو اونچے مقام پر پہنچایا۔ حیدر آباد کے ادبی ماحول میں اس کا علمی اور ادبی ذوق اور بھی نکھر گیا۔ طبع زاد مضامین کے علاوہ مرزا صاحب نے تنقید و تحقیق میں بھی بہت کام کیا۔ چنانچہ اُنہوں نے یقین کا دیوان مرتب کیا اور دیوان نظیر پر ایک جامع اور مبسوط مقالہ تحریر کیا۔ درحقیقت مرزا صاحب ایک بلند مرتبہ مزاح نگار ہیں۔ اُن کے عظیم ادبی شہ پارے ''نذیر احمد کی کہانی'' آخرت وصیت'' پرانی تہذیب کی فکر، دادا جان کا پارلیمنٹ میں جانا، دلی کا آخری یادگار مشاعرہ اور پھول والوں کی سیر نفاست، لطافت اور مزاح نگاری کے بے مثال نمونے ہیں۔

**طرزِ تحریر:** مرزا صاحب کا اسلوب تحریر انتہا کی صاف، سادہ اور پُرکشش ہے۔ ہلکی پھلکی ظرافت لکھتے ہیں لیکن سنجیدہ ظرافت کو اس قدر شیرین بیانی سے ادا کرتے ہیں کہ پڑھنے والے کے ذہن پر اس کا اثر نقش دوام بن جاتا ہے۔ مرزا صاحب ہر پیراگراف میں ایک نئے مزاح کا نمونہ پیدا کرتے ہیں۔ دہلی کی ٹھیٹھ بامحاورہ زبان پر اُسے عبور حاصل ہے۔

**تصانیف:** مرزا فرحت اللہ بیگ کی تصانیف میں مضامین فرحت دلی کا یادگار مشاعرہ ''نذیر احمد کی



کہانی کچھ اُن کی کچھ میری زبانی'' شامل ہیں۔

☆.....☆

## {چراغ حسن حسرت}

**حالاتِ زندگی:** چراغ حسن حسرت 1902ء کو کشمیر کے علاقے بارہ مولا میں پیدا ہوئے۔ مقبوضہ کشمیر کے مشہور شہر جموں میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے لاہور چلے گئے۔ یہاں جن لوگوں کے ساتھ اُن کا تعلق تھا وہ صحافت کے پیشے سے منسلک تھے۔ اُن کی دیکھا دیکھی وہ بھی صحافی بن گئے۔ اس نے مختلف اخبارات میں کام کیا اور اخباروں میں ''سند باد جہازی'' کے نام فکاہیہ کالم لکھے۔ ان کالموں میں حسرت کی فکری صلاحیتیں کھل کر سامنے آئیں۔ مختلف اخبارات میں کام کرتے کرتے بالآخر روزنامہ ''امروز'' سے وابستہ ہوئے اور آخر دم تک اس اخبار میں کام کرتے رہے۔

**ادبی خدمات:** چراغ حسن حسرت ایک نامور صحافی اور مقبول عام مزاح نگار تھے۔ ہم مضامین حسرت کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ ایک اُن کے وہ مضامین جو اخباروں میں وقتاً فوقتاً چھپتے رہے۔ دوسرے وہ سوانحی اور شخصی خاکے ہیں جو مختلف شخصیات کے تعارف کے طور پر اس نے تحریر کیے۔ دونوں میں اس کی روایتی ظرافت موجود ہے۔ اس نے فکاہیہ کالم نویس سے اخبارات کی دنیا میں ایک نئی روایت کی بنیاد ڈالی۔ اُن کے ان کالموں کے مجموعے شائع ہو چکے ہیں اور لوگ اسے بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔

**طرزِ تحریر:** حسرت کا اسلوب تحریر سادہ، رواں اور سلیس ہے۔ الفاظ و تراکیب کے استعمال پر اسے عبور حاصل ہے۔ الفاظ میں مزاح پیدا کرنے کا گُر جانتے ہیں۔

**تصانیف:** اُن کی تصانیف میں فکاہیات، حرف و حکایت، کیلے کا چھلکا، جدید جغرافیہ پنجاب اور مردم دیدہ قابل ذکر ہیں۔

☆.....☆

## {فارغ بخاری}

**حالاتِ زندگی:** سید میر اکبر شاہ بخاری 1918ء کو تاریخی شہر پشاور میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے وہ

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner

ایک انقلابی انسان تھے۔ ابھی تیرہ سال عمر تھی کہ نوجوانوں کی ایک سیاسی تنظیم ''نوجوان بھارت سبھا'' میں شامل ہو گئے۔ یہ ایک شدت پسند تنظیم تھی اور آزادی کی خاطر ہر مشکل کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہتی تھی۔ تحریک آزادی کے دوران فارغ بخاری کئی بار گرفتار ہو کر قید کر دیئے گئے۔ قیام پاکستان کے بعد بھی جمہوریت اور اظہار رائے کی آزادی کے لیے مسلسل جدوجہد کرتے رہے اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ضیاء جعفری کے قائم کردہ ''دائرۂ ادبیہ'' سے ہمیشہ وابستہ رہے اور اردو زبان و ادب کی خدمت کرتے رہے۔

**ادبی خدمات:** فارغ بخاری ایک اچھے شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ سکالر بھی تھے۔ ''انجمن ترقی پسند مصنفین'' کے بانیوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اس نے صحافت کے میدان میں بھی بہت کام کیا اور رضا ہمدانی کے ساتھ مل کر ماہنامہ ''سنگ میل'' جاری کیا۔ فارغ بخاری نے پشتو زبان و ادب اور ثقافت پر بھی بہت کام کیا اور اس سے متعلق متعدد کتابیں لکھیں۔ جن میں ادبیات سرحد، پشتو لوک گیت، سرحد کے لوک شاعر، پشتو شاعری اور پشتو نثر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اُن کے شعری مجموعے زیر و بم، شیشے کے پیراہن، خوشبو کا سفر، پیاسے ہاتھ، غزلیہ اور بچھڑا ساول ہیں۔ 1995ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے اُن کی ادبی خدمات کے صلے میں صدارتی ایوارڈ برائے حسن کارکردگی عطا کیا گیا۔

**تصانیف:** فارغ بخاری کی تصانیف میں باچا خان، البم اور برات عاشقاں قابل ذکر ہیں۔

.....☆.....☆.....

## {پطرس بخاری}

**حالات زندگی:** اصل نام احمد شاہ اور ادبی نام پطرس ہے۔ 1898ء کو پشاور میں پیدا ہوئے۔ ایف۔اے کا امتحان پشاور میں پاس کیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔اے اور انگریزی میں ایم۔اے کی ڈگری حاصل کی۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں انگریزی کے پروفیسر رہے۔ پھر پرنسپل بنا دیئے گئے۔ آل انڈیا ریڈیو میں بطور ڈائریکٹر جنرل کام کیا۔ اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب بھی رہے۔ باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے۔ ہر محفل پر حاوی ہونے کا فن جانتے تھے۔ اردو افسانہ اگر پریم چند کے بغیر نامکمل ہے تو اردو کا مزاحیہ ادب پطرس بخاری کے بغیر پھیکا اور ادھورا ہے۔



**انداز تحریر:** پطرس کی تحریروں میں رعنائی اور دلکشی پائی جاتی ہے۔ طنز اور تمسخر سے پاک خالص مزاح کے دلدادہ ہیں۔ خود پر ہنستے ہوئے لوگوں کو بھی اس ہنسی میں شامل کر دیتے ہیں۔ ظرافت میں متانت اس کا خاص انداز ہے۔

**آفاقیت:** پطرس کی تحریروں میں آفاقیت پائی جاتی ہے وہ کسی خاص نسل، قوم یا ماحول کی عکاسی نہیں کرتے بلکہ ہر علاقے، قوم اور ماحول سے متعلق اظہار خیال کرتے ہیں۔

**جزئیات نگاری:** وہ ہر مذہب، عمر اور رنگ و نسل کے انسانوں کی نفسیات سے واقف تھے۔ اُن کی کمزوریوں، ناہمواریوں اور خامیوں کا ادراک رکھتے تھے اور اسے مزاحیہ انداز میں پیش کرنے کا فن بھی جانتے تھے۔

**پیروڈی:** پطرس تحریف نگاری یا پیروڈی کے بادشاہ کہلاتے ہیں۔ پطرس نے تحریف نگاری سے بہت کام لیا ہے۔ کسی کا خاکہ اُڑانا مشکل کام ہے۔ لیکن پطرس اس فن میں کامیاب نظر آتے ہیں۔ پیروڈی میں پطرس کا انداز تمام مزاح نگاروں سے الگ ہے۔

**انگریزی ادب کا اثر:** پطرس انگریزی کے استاد تھے۔ انگریزی زبان پر اسے عبور حاصل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے انگریزی ادب سے بہت فائدہ اُٹھایا۔ اُن کی تحریروں میں انگریزی ادب کے اثرات واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں۔

**کردار نگاری:** بعض لوگوں کا خیال ہے کہ فرحت اللہ بیگ اپنے مضامین کے لیے مواد مردہ لوگوں سے حاصل کرتے ہیں۔ رشید احمد صدیقی شعر و ادب سے اور پطرس بخاری زندہ لوگوں سے۔ پطرس بات سے بات پیدا کرنے کا ماہر ہیں۔

**سادگی:** پطرس کا انداز بیان سادہ اور عام فہم ہے۔ رشید احمد صدیقی کی طرح پہیلیاں نہیں بجھواتے۔ تصنع اور بناوٹ سے کام نہیں لیتے۔ عام تعلیم یافتہ آدمی بھی اس کے کلام سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔ وہ ایک بہترین استاد، بہترین ادیب اور بہترین انسان تھے۔

**تصانیف:** مضامین پطرس اُن کے مضامین کا مجموعہ ہے۔

**وفات:** 1958ء میں نیویارک میں انتقال کر گئے اور وہی دفن ہوئے۔

.....☆.....☆.....

www.perfect24u.com

Scanned with CamScanner

## {مشتاق احمد یوسفی}

**حالات زندگی:** مشتاق احمد یوسفی راجستھان کی ایک مسلم ریاست ٹونک میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور عربی، فارسی اور دینیات پڑھی۔ بی۔اے کی ڈگری آگرہ یونیورسٹی سے حاصل کی۔ پھر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ چلے گئے اور وہاں سے فلسفہ میں ایم۔اے کیا۔ جب پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو پاکستان چلے آئے اور کراچی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اُنہوں نے عملی زندگی کا آغاز بنک سے کیا اور ملازمت کے دوران مختلف بنکوں میں کام کیا اور بطور چیئرمین پاکستان بینکنگ کونسل اپنے عہدے سے ریٹائر ہوئے اور کراچی میں رب ریٹائر زندگی گذار رہے ہیں۔

**ادبی خدمات:** مشتاق احمد یوسفی خالص مزاح نگار ہیں۔ مزاح نگاری میں اس کا ایک بلند مقام ہے۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے طالب علم ہونے کی وجہ سے یوسفی ایک خاص سلیقے اور رکھ رکھاؤ کے مالک ہیں۔ اعلیٰ تہذیبی شعور اور مذاق سلیم اُن کے خاص اوصاف ہیں اور انہی اوصاف کی بنیاد پر اُن کی مزاح استوار ہے۔ یوسفی کی تحریروں میں اُن کے گہرے سماجی شعور کا پتہ چلتا ہے۔ اُن کی تحریریں ہمیں نہ صرف مسکرانے پر مجبور کرتی ہیں بلکہ سوچ و بچار کے مواد بھی مہیا کرتی ہیں۔ یوسفی نے زندگی کے عام کرداروں کو موضوع بنایا ہے۔ وہ ایسے موضوعات اور مضامین کا انتخاب کرتے ہیں جن کو لوگ کوئی خاص اہمیت نہیں دیتے اور اسے معمولی اور حقیر سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یوسفی ان افتادہ اور ناقابل توجہ چیزوں میں مزاح تلاش کرتے ہیں۔

**طرز تحریر:** مشتاق احمد یوسفی کی زبان صاف، سادہ اور آسان ہے۔ الفاظ کے انتخاب میں بڑی احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ وہ لفظوں سے مزاح پیدا کرنے کے ماہر ہیں۔ دراصل یہ الفاظ کا انتخاب ہی ہے جو پڑھنے کے دوران قارئین کو مسلسل ہنسنے پر مجبور کرتے ہیں۔

**تصانیف:** مشتاق احمد یوسفی کی تصانیف میں حاکم بدہن، چراغ تلے، زرگذشت اور آب گم شامل ہیں۔

.....☆.....☆.....



# شعراء کی حالات زندگی اور تنقیدی نوٹس

## {علامہ محمد اقبال}

علامہ محمد اقبال 9 نومبر 1877ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام شیخ نور محمد تھا۔ اس کا مشن ہائی سکول میں میر حسن کے شاگرد رہے۔ اور عربی فارسی زبانوں پر عبور حاصل کیا۔ سیالکوٹ میں ایف۔اے گورنمنٹ کالج لاہور سے بی۔اے اور پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے کیا۔ پروفیسر ارنلڈ کی صحبت کی وجہ سے فلسفہ کا شوق پیدا ہوا۔ 1905ء میں انگلینڈ سے بیرسٹری اور اس کے بعد جرمنی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ شاعری میں غالبؔ اور داغؔ دہلوی سے متاثر تھے۔ شاعری کی ابتداء غزل سے کی۔ بعد میں روایتی غزل کو خیر باد کہہ کر اپنی شاعری مسلمانوں کی اصلاح کے لیے وقف کر دی۔ اس کا نثری سرمایہ بہت کم ہے تاہم اس کے خطوط نثر اردو کا گرانقدر سرمایہ ہے۔

### ادبی خدمات اور خصوصیات:

**فلسفۂ زندگی:** اقبال کے نزدیک زندگی عمل، حرکت اور جدوجہد کا نام ہے۔ مسلسل محنت میں انسان کی ترقی کا راز ہے۔ جمود اور سکون موت ہے۔

**فلسفۂ عشق:** عشق کا فلسفہ اقبال کے ہاں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اقبال کے خیال میں عشق ہی وہ واحد جذبہ ہے جو انسان میں عمل کی قوت پیدا کرتا ہے۔

**فلسفۂ خودی:** خودی خالق کائنات سے عشق اور مخلوق سے بے نیازی کا نام ہے۔ خودی کی قوت انسان میں خدائی صفات پیدا کرتی ہے۔ خوددار انسان شکست تسلیم نہیں کرتا۔ صرف ایک سجدہ کر کے ہزار سجدوں سے نجات حاصل کرتا ہے۔

**توحید:** اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے اللہ کی وحدانیت کا درس دیا کیونکہ توحید کے بغیر انسان

www.perfect24u.com
Scanned with CamScanner